

باطن کے تین گناہ



حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھری مدظلہ

مکتبۃ الانبیاء

باطن کے تین تباہ کن گناہ

حَسَد

کینہ

بُغْض

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھری مدظلہ

مکتبہ الایمان

جملہ حقوق بحق مکتبۃ الایمان کراچی محفوظ ہیں

- طبع اول: محرم ۱۴۳۰ھ جنوری ۲۰۰۹ء
- ضبط و تحریر: عدنان ضمیر مرزا
- تخریج و نظر ثانی: مولانا مفتی محمد قاسم امیر صاحب
- کمپوزنگ: عبدالشکور صدیق منگورو 0313-2540254
- ناشر: مکتبۃ الایمان کراچی ۱
- فون: 0321-2466024

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبۃ الاسلام، کورنگی کراچی۔ فون: 5016664-65
- ☆ ادارۃ المعارف کراچی - احاطہ دارالعلوم کراچی ۱۴۔
- ☆ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی۔
- ☆ بیت الکتاب گلشن اقبال کراچی۔
- ☆ حافظہ بڑی ہاؤس جیل روڈ حیدر آباد سندھ۔ فون: 0221-613759
- ☆ نعیم جنرل اسٹور، نشتر روڈ سکھر۔ فون: 071-25368
- ☆ دربار شیریں، بہادر آباد چورنگی کراچی۔ فون: 021-4939556
- ☆ مکتبۃ النعمان، جامعہ نعمانیہ بڈھ بیرپشاور۔ فون: 091-230799

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
۵	باطن کے تین تباہ کن گناہ
۶	گناہوں سے توبہ کا اہتمام
۶	ظاہر و باطن کے گناہ
۷	تکبر کی علامتیں
۷	خود پسندی کی وجوہات
۹	ریاکاری کے اثرات
۹	دنیا کی محبت اور اس کی نشانیاں
۱۰	تین تباہ کن گناہ
۱۱	بغض کی تعریف
۱۱	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۲	بدلہ لے لو یا معاف کر دو
۱۳	کسی کی ذات قابلِ نفرت نہیں
۱۶	بغض اور کینہ
۱۶	حسد کی تعریف
۱۷	حسد سے بچنے کی نصیحت

- ۱۸ بغض اور حسد کا سب سے بڑا نقصان
- ۲۰ سب سے افضل کون؟
- ۲۲ دل کو صاف رکھنے کی فضیلت
- ۲۳ حسد سے بچنے کی تاکید
- ۲۳ حسد سے بچنے کا طریقہ
- ۲۵ حسد سے بچنے کا دوسرا طریقہ
- ۲۶ ایک سبق آموز واقعہ
- ۲۷ دواہم سنتیں
- ۲۸ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جستجو
- ۲۹ دوسنہری عمل
- ۳۱ حقیقتِ حال کی وضاحت
- ۳۲ جنت کی بشارت ملنے کی وجہ
- ۳۲ جائزہ لینے کی ضرورت
- ۳۳ جنتی بننے کا طریقہ





باطن کے تین تباہ کن گناہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادي له و اشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له و اشهد أن سيدنا و نبينا و مولانا محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على آله و أصحابه و بارك و سلم تسليماً كثيراً كثيراً.

اما بعد!

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ◦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ◦

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ

سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ◦ (الانعام: ۱۲۰)

ترجمہ

”اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو۔

بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں اُن کو اُن کے کئے کی عنقریب سزا

(بیان القرآن)

ملے گی۔“

میرے قابلِ احترام بزرگو!

گناہوں سے توبہ کا اہتمام

اللہ جل شانہ نے ہمیں جن باتوں، کاموں اور عادتوں سے منع کیا ہے ان کو گناہ کہتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کا حکم ہے، جان بوجھ کر گناہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر غلطی سے کوئی گناہ ہو جائے تو سچی توبہ کر لیں بلکہ اگر جان بوجھ کر بھی کوئی گناہ کر لیا ہے اور اس کو کچھ احساس ہوا ہے کہ میں نے گناہ کا کام کیا تھا، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا تو اس کو سچے دل سے توبہ کر لینی چاہیے۔ توبہ جان بوجھ کر کیے ہوئے گناہوں سے بھی ہوتی ہے اور بھول کر اور غلطی سے کیے ہوئے گناہوں سے بھی ہوتی ہے، ہر قسم کے گناہوں سے توبہ ہو سکتی ہے۔

ظاہر و باطن کے گناہ

گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں، ظاہر کے گناہ اور باطن کے گناہ۔ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ ظاہر وہ ہے جو ہمیں نظر آتا ہے اور باطن وہ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا اور اسی کو دل کی دنیا کہتے ہیں اور جو نظر آتا ہے اس کو ظاہر کی دنیا کہتے ہیں۔ چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، قتل کرنا، شراب پینا، سود لینا، سود کھانا، رشوت لینا، رشوت کھانا، غصب کرنا، ظلم کرنا،

گالی دینا، الزام تراشی کرنا یہ سب ظاہر کے گناہ ہیں اور یہ سب حرام اور ناجائز ہیں۔ اسی طرح دل سے متعلق بھی بہت سے گناہ ہیں جیسے تکبر کرنا، ریا کاری کرنا، دنیا کی محبت کا دل میں غالب ہونا اور عجب و خود پسندی وغیرہ کا ہونا۔ یہ بھی حرام اور ناجائز ہیں۔

تکبر کی علامتیں

تکبر اصل میں دل کے اندر ہوتا ہے اور دل میں ہونے کی وجہ سے ظاہر میں بھی اس کے اثرات نظر آتے ہیں جیسے اکڑ کر چلنا، دوسروں کے بارے میں حقارت آمیز باتیں کرنا، اپنی بڑائی کی باتیں کرنا، ایسے انداز سے اٹھنا بیٹھنا کہ گویا میں بالکل سب سے الگ، ممتاز اور بڑا ہوں، لوگ میرے سامنے جھکیں اور میری بات مانیں، کوئی میری غلطی نہ نکالے اور وہ دوسرے کی غلطی نکالنا پسند کرے، یہ سب اس تکبر کے اثرات ہیں جو اس کے دل کے اندر ہوتا ہے تب ہی باہر بھی اس کے آثار نظر آرہے ہیں۔

خود پسندی کی وجوہات

اسی طرح انسان اپنے دل میں اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے۔ دل میں یہ سوچتا ہے کہ میں بہت ہی اچھا ہوں، میں بڑا صاحب کمال ہوں، میں بڑا حسین و جمیل ہوں، میں بڑا تندرست و توانا ہوں، میں بڑا مال دار ہوں، میرا

تعلق بڑے اعلیٰ خاندان سے ہے، غرض میں تو سب سے اچھا ہوں، وہ دوسروں کو بڑا سمجھے یا نہ سمجھے مگر اپنے آپ کو اپنے دل میں اچھا سمجھتا ہے۔ اسے عجب اور خود پسندی کہتے ہیں۔

یہ بھی ایک ایسا گناہ ہے جو باطن کے اندر پایا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں آدمی کسی کو کچھ نہیں سمجھتا وہ ہر کسی میں عیب نکالے گا اور اس کو اپنے عیب نظر نہیں آئیں گے، اپنی اچھائیاں نظر آئیں گی کیونکہ یہ اپنے آپ کو پسند کر رہا ہے اور اچھا سمجھ رہا ہے۔ ظفر کا شعر ہے۔

تھے جو اپنے عیوب سے بے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے عیوب پر جو نظر
تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا

جب تک اس کو اپنے عیب نظر نہیں آرہے تھے وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھ رہا تھا، جس دن اپنے عیب نظر آئیں گے تو معلوم ہوگا کہ اچھائیاں نہیں، درحقیقت برائیاں ہی برائیاں ہیں اور جو اس کے اندر اچھائیاں ہیں وہ بھی نام کی اچھائیاں ہیں حقیقتہً ان کو اچھائیاں نہیں کہا جاتا پھر دنیا والے اس کو اچھے لگیں گے اور ان کے مقابلہ میں اپنا آپا اس کو برا لگے گا۔

ریا کاری کے اثرات

ریا کاری کا جذبہ بھی اصل میں دل کے اندر ہوتا ہے۔ دل میں انسان یہ چاہتا ہے کہ میں عبادت نماز، روزہ اس لیے کروں، ذکر و تسبیحات اور اللہ اللہ اس لیے کروں تاکہ میں لوگوں کی نظروں میں عبادت گزار شمار کیا جاؤں! اور لوگ مجھے کہیں کہ یہ تو بڑا عابد اور زاہد آدمی ہے۔ یا وہ زکوٰۃ، صدقہ و خیرات اور دوسرے کے کاموں میں پیسہ اس لیے خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ بڑا سخی آدمی ہے، یہ غریبوں کا باپ اور ماں ہے، کوئی اس کے در سے خالی نہیں جاتا، یہ تو یتیموں اور یتیموں کا سرپرست ہے۔ بس ان کلمات اور شہرت کو سننے کے لیے وہ خوب اللہ کے راستے میں مال دیتا ہے تاکہ اس کو شہرت حاصل ہو، یہ آدمی جو شہرت کے لیے کام کر رہا ہے دراصل اس کے اندر ریا کاری کا جذبہ موجود ہے۔

دنیا کی محبت اور اس کی نشانیاں

اسی طرح دنیا کی محبت بھی دل کے اندر ہوتی ہے اور خدا نخواستہ وہ محبت حد سے آگے بڑھ جائے تو پھر نہ آدمی حلال حرام کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ادب و تہذیب کی پرواہ کرتا ہے۔ وہ سارے اخلاق کی حدود و پھیلاؤنگ کر اپنی من مانی کرتا ہے، چوری کرنا چاہے چوری کرنے میں اسے کوئی خوف نہیں ہوتا،

رشوت لینا چاہے اسے کسی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا، اگر سود کھانا چاہے تو کوئی پرواہ نہیں کرتا، اس کے اوپر مال کی محبت غالب ہوتی ہے، اس لیے اب نہ اس کو آخرت کا ڈر ہے، نہ جہنم کا خوف ہے، نہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی اندیشہ ہے۔ وہ ہر چیز سے آزاد ہو کر اپنی من چاہی میں لگا ہوا ہے۔

تین تباہ کن گناہ

دنیا کی محبت، تکبر، ریا کاری اور خود پسندی، یہ سب دل کی دنیا کے حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہیں۔ باطن کے گناہوں میں سے تین گناہ اور بھی ہیں جن کی طرف میں اس وقت آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں، ان میں ایک کینہ، دوسرا بغض اور تیسرا حسد کا گناہ ہے۔ یہ گناہ بھی دل کے اندر ہوتے ہیں۔

آج کل گھر گھر بغض، کینہ اور حسد سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ دنیا کی زندگی کو بھی عذاب بنانے والے اور آخرت میں بھی انسان کو جہنم میں داخل کرنے والے گناہ ہیں۔ اس لیے ان گناہوں سے بچنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس لیے میں نے ان کو بیان کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ہم اپنے باطن کو ٹٹولیں اور اپنے دل کی دنیا میں جھانک کر دیکھیں کہ کون کون سے سانپ بچھو ہمارے اندر پل رہے ہیں اور اگر خدا نخواستہ بغض، کینہ یا حسد سے دل بھرا ہوا ہے تو اس سے توبہ کریں اور اپنے سینے کو پاک کریں۔

بغض کی تعریف

بغض کے معنی کسی سے نفرت کرنے اور اس کا برا چاہنے کے ہیں۔ کسی سے اپنے دل میں بغض رکھنا اور اس کا برا چاہنا دل کا گناہ ہے جو بغض کہلاتا ہے۔ چاہے کسی بھی دنیاوی وجہ سے دل میں کسی کے لیے نفرت ہو، چاہے اس وجہ سے بغض رکھتا ہے کہ اس سے جھگڑا ہو گیا، یا اس وجہ سے بغض رکھتا ہے کہ اس نے دھوکہ دے دیا، یا اس وجہ سے بغض رکھتا ہے کہ اس نے مار پیٹ دیا اور ساتھ ہی دل سے اس کا برا چاہا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آپ یہ سوچ رہے ہونگے کہ اگر کسی نے مارا ہے تو کیا ہم اسے دل سے بھی بُرا نہ سمجھیں اور کیا اس سے پیار کریں، محبت کریں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر کسی نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی ہے، بدتمیزی کی ہے، ستایا ہے یا تکلیف دی ہے، مارا پیٹا ہے تو اس کی وجہ سے آپ کا جو دل دکھا ہے، یہ بغض و کینہ نہیں، اس کو اپنے دل سے نکالنے کی ضرورت نہیں، یہ طبعی اثر ہے۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے گا تو اس سے ہمارا دل دکھے گا اور اگر کوئی اچھا سلوک کرے گا تو ہمارا دل خوش ہوگا۔ یہ ہماری فطرت ہے۔

بدلہ لے لو یا معاف کر دو

شریعت کا کوئی حکم فطرت کے خلاف نہیں ہے۔ اگر کسی نے ہمیں ستایا ہے یا پریشان کیا ہے تو ہمیں شریعت نے دو اختیار دیے ہیں کہ بدلہ لے لو یا معاف کر دو۔ تیسری چیز کی اجازت نہیں ہے، اگر معاف بھی نہ کرو اور بدلہ بھی نہ لو اور اس کے بجائے دل کے اندر برائی رکھو اور اس کا برا چاہو اور اس سے ایسی نفرت کر کے بیٹھ جاؤ تو یہ قطع تعلقی ہوگی جس سے پھر مزید جھگڑا اور لڑائی ہوگی، یہ سب کچھ بغض رکھنے کی وجہ سے ہوگا۔ جو دل دکھ رہا ہے وہ صحیح ہے، یہ حکم نہیں ہے کہ کوئی تمہیں مارے تو تم ہائے بھی مت کرو۔ ہمارے پاس دو اختیار ہیں کہ ہائے کرنے کے بعد یا تو تم بھی اس کو ایسا مارو کہ وہ بھی ہائے کرنے لگے اور اگر اللہ کے لیے معاف کر دو تو یہ اعلیٰ درجہ ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ۝ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنِ صَبَرَوْا غَفَرَ لَهُمْ ۗ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝ (الشوریٰ: ۳۹ تا ۴۳)

”اور (صاحب ایمان و متوکل ایسے منصف ہوتے ہیں) کہ جب ان پر (کسی کی طرف سے کچھ) ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (اگر بدلہ لیتے ہیں تو) برابر کا بدلہ لیتے ہیں (زیادتی نہیں کرتے) اور (برابر کا بدلہ لینے کے لیے ہم نے یہ اجازت دے رکھی ہے کہ) برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے (بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ معصیت نہ ہو) پھر جو شخص معاف کر دے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کر لے (جس سے عداوت جاتی رہے اور دوستی ہو جائے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے) تو اس کا ثواب (حب و وعدہ) اللہ کے ذمے ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کر گزرے تو وہ سن لے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو (زیادتی نہ کرے بلکہ) اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے، الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، (خواہ ابتدائی طور پر ظلم کرتے ہوں یا بوقت انتقام زیادتی کر جاتے ہوں) اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے (پھرتے) ہیں، ایسوں کے لیے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص (دوسرے کے ظلم پر) صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ معاف کرنا اور درگزر کرنا سب سے بہتر اور اولوالعزمی ہے۔ اس لیے معاف کر دینا چاہیے، اللہ کے لیے معاف کرنا تو ہر ایک کے اختیار میں ہے، معاف کرنے کے بعد بھی جو دل دکھا ہوا ہے وہ دکھتا رہے، اس حالت کو دور کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حالت کوئی گناہ نہیں ہے، اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی آپ کو سوئی چھو دے اور آپ سی کر کے رہ جائیں اور پھر وہ پاؤں پکڑ کر معافی مانگ لے اور اس کو آپ معاف کر دیں تو معاف کرنا درست ہے لیکن جلن تو پھر بھی رہے گی تو معاف کرنے کے باوجود اس جلن کا ہونا فطری بات ہے۔ بدلہ لینا چاہو تو تم بھی سوئی چھو لو تا کہ جس طرح تمہاری سی نکلی تھی اس کی بھی سی نکل جائے تاہم اگر آپ نے اسے معاف کر دیا تو اس کا گناہ معاف ہو گیا اور معاف کرنے میں زیادہ ثواب ہے۔ جیسا کہ ابھی قرآنی آیت میں گذرا۔

کسی کی ذات قابلِ نفرت نہیں

ایک بات اور سمجھ لیں کوئی انسان کیسا ہی بدتر سے بدتر اور بُرے سے بُرا ہی کیوں نہ ہو ایک اس کی ذات ہے، اور ایک اس کا فعل ہے مثلاً ڈاکو ہے ایک اس کی ذات ہے اور ڈاکہ ڈالنا اس کا فعل ہے۔ ہمیں ڈاکہ ڈالنے کے عمل سے نفرت ہونی چاہیے نہ کہ اس کی ذات سے، اس کی ذات قابلِ نفرت

نہیں ہے، صرف اس کا فعل قابلِ نفرت ہے، اس کے فعل نے اس کو بدنام، ذلیل و رسوا کر دیا ہے لیکن ہم اس کی ذات کو بُرا نہیں سمجھ سکتے، اس کی ذات سے صرف جو حرام و ناجائز فعل صادر ہو رہا ہے اس کو بُرا اور اس کو حرام سمجھنا چاہیے اور اس سے بچنا چاہیے اور دوسرے کو بچنے کی تلقین کرنی چاہیے لیکن اس گناہ کی وجہ سے اس کی ذات کو حقیر اور ذلیل سمجھنا اور اس سے نفرت کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ:

معرفت خداے عزوجل بر آنکس حرام است

کہ خود را از کافر فرنگی بہتر داند

ترجمہ

”اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو فرنگی

کافر سے بہتر سمجھے۔“

حضرت نے اس مکتوب میں آگے چل کر اس کی وجہ بھی تحریر فرمائی ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ پاک فرنگی کافر کو ایمان کی دولت سے نواز دیں اور خود کو بہتر سمجھنے والے شخص سے اخیر عمر میں ایمان سلب فرمائیں اور اعتبار خاتمہ کا ہے، اس لیے کسی کی ذات سے ہرگز نفرت نہیں کرنی چاہیے۔

بغض اور کینہ

بغض اور کینہ دونوں ایک ہیں، الفاظ الگ ہیں مگر مفہوم دونوں کا ایک ہے۔ مثلاً جس شخص سے دل برا ہو جائے اس کی بُرائی چاہنا اور سوچنا شروع کر دے کہ کسی نہ کسی طرح وہ ذلیل و رسوا ہو جائے، برادری میں خوار ہو جائے، کوئی اس کو عزت نہ دے، کسی طرح وہ ناکام و نامراد ہو، کسی طرح اس کا کاروبار فیل ہو، کہیں اس کا حادثہ ہو اور اس کا خاتمہ ہو۔ جب کوئی اُس کو ذلیل کر دے تو اس کا دل خوش ہو جائے۔ یہ ہے دوسرے کی بُرائی اور بدخواہی چاہنا، اسی کا نام کینہ اور بغض ہے۔ اسی بغض اور کینہ سے آگے چل کر انسان کے دل میں ایک اور گناہ پیدا ہوتا ہے جس کو حسد کہتے ہیں۔

حسد کی تعریف

حسد کے اندر انسان کسی دوسرے کے بارے میں دل کے اندر اپنے قصد و اختیار سے یہ چاہتا ہے کہ اس کو جو عزت ملی ہوئی ہے یہ کسی طرح ختم ہو اور مجھے مل جائے، اگر مجھے نہ ملے تو کم از کم اس کے پاس بھی نہ رہے۔ اس کو جو صحت ملی ہوئی ہے وہ نہ رہے، وہ ختم ہو جائے، اس کے پاس جو مال و دولت ہے وہ ختم ہو جائے، اس میں جو بھی کمال اور خوبی ہے یا جو بھی اس کے پاس نعمت ہے اس کو دیکھ کر اس کے دل میں یہ کڑھن اور جلن ہوتی ہے کہ کسی

طریقے سے اس کی یہ نعمت ختم ہو جائے، اس کی یہ ترقی ختم ہو جائے، اس کی عزت چلی جائے، اس کا عہدہ جاتا رہے، یہ اتنا آگے کیسے بڑھ گیا؟ میں کیوں پیچھے رہ گیا؟ بس یہ کسی طریقے سے میرے سے پیچھے ہو جائے۔ جب انسان اپنے دل میں اپنے قصد و اختیار سے ایسا ارادہ کرتا ہے تو اس کو حسد کہتے ہیں۔

حسد سے بچنے کی نصیحت

اور یہ تینوں گناہ بغض و کینہ اور حسد آج ہمارے معاشرے میں بہت پائے جاتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ان سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”اے بیٹے! تم سے ہو سکے تو تم صبح و شام اس حال میں کرو کہ

تمہارے دل میں کسی مسلمان سے حسد نہ ہو۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ

الْخَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَخْلُقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَخْلُقُ الدِّينَ

ترجمہ

”تم سے پہلی امتوں کی بیماری ’حسد اور نفرت‘ تمہارے اندر بھی سرایت کر آئی ہے، یہ موٹن نے والی بیماری ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ سر کے بال موٹتی ہے، نہیں بلکہ یہ بیماری دین کا صفایا کر دیتی ہے۔“

ایک اور روایت میں ہے کہ:

”ہر ہفتہ میں دو مرتبہ پیر اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، پھر ہر مومن بندے کی بخشش ہو جاتی ہے، مگر ان دو بندوں کی بخشش موقوف کر دی جاتی ہے جن کے درمیان نفرت اور کینہ ہو، ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔ (مشکوٰۃ: ۴۲۸)

دیکھئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی تاکید کے ساتھ حسد سے بچنے کا حکم

دے رہے ہیں۔

بغض اور حسد کا سب سے بڑا نقصان

ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر پچھلی امتوں کی کچھ دل کی بیماریاں منتقل ہوئی ہیں۔ پچھلی امتیں باطنی طور پر جن بڑے بڑے گناہوں کے اندر مبتلا تھیں ان میں سے کچھ گناہ تمہارے اندر بھی سرایت کر گئے ہیں اور

وہ بغض و حسد ہیں۔ بغض اور حسد دونوں دل کے گناہ ہیں اور ایسے گناہ ہیں جو مونڈنے والے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بال کو مونڈنے والے ہیں اور صاف کرنے والے ہیں بلکہ یہ دین کا صفایا کرنے والے ہیں کہ جس کے دل میں حسد و بغض ہوگا اس کے دل سے دین نکل جائے گا۔ اللہ بچائے!

حسد کی آگ ایسی ہے کہ اگر خدا نخواستہ سگا بھائی بھی اس کے اندر مبتلا ہو جائے اور اس کو اپنے سنگے بھائی سے حسد ہو جائے تو وہ اس کو بھی جان سے مارنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کو اگر کسی مسلمان سے خدا نخواستہ حسد ہو جائے تو وہ اس کی عزت بھی خاک میں ملا دیتا ہے، اس کو بے آبرو کر دیتا ہے اور ہر طرح سے اس کو خوار کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور اس کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتا کہ یہ میرا بھائی ہے یا میرا مسلمان بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے یا میرا پڑوسی ہے یا میرا عزیز ہے۔ اس کو نہ اس کی کار بھائی ہے، نہ اس کا بنگلہ بھاتا ہے، نہ اس کا کارخانہ بھاتا ہے۔ بس رات دن جلتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا بیڑا غرق ہو، چاہے وہ پہلے سے اس کا کتنا ہی گہرا دوست ہو لیکن یہ پیچھے رہ گیا اور وہ آگے نکل گیا۔ اب اس کو اس کی ترقی سے رات دن حسد ہوتا ہے تو اس حسد کی وجہ سے وہ اس کی غیبتیں بھی کرے گا،

اس پر الزام بھی لگائے گا، تہمتیں بھی لگائے گا، بدگمانی بھی کرے گا، بدزبانی بھی کرے گا اور اس کا بس چلے گا تو قتل بھی کر دے گا اور اگر خود نہیں کرے گا تو کسی سے کروادے گا۔ اور اکثر اسی بغض و حسد کی وجہ سے جادو، ٹونہ اور کالا علم کروایا جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا! حسد نے کتنے بڑے حرام کام کروائے؟ تو اس نے دین موٹا یا نہیں؟ انسان کے دل سے خدا کا خوف نکل جاتا ہے، آخرت کی فکر نہیں رہتی، مسلمان کے حقوق کا پاس نہیں رہتا، اس کی عزت باقی نہیں رہتی، اس کا احترام اس کے دل سے نکل جاتا ہے، یہ سب دین کے احکام تھے جو حسد کی وجہ سے اس نے فراموش کر دیے اور پس پشت ڈال دیئے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ بغض و حسد ایسے گناہ ہیں کہ یہ دین کا ایسا صفایا کرتے ہیں جس طرح استراسر کے بال صاف کر دیتا ہے، جس طرح اس سے ایک بال نہیں بچتا، اسی طرح اس کے دل میں بغض و حسد کی وجہ سے دین کی رمت باقی نہیں رہتی۔

سب سے افضل کون؟

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا گیا کہ:

أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ

ترجمہ

”لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں؟“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ مَخْمُومٍ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ

ترجمہ

”ہر وہ آدمی جو مخموم القلب ہو، زبان کا سچا ہو۔“

تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ حضور! صدوق اللسان کے معنی تو ہماری سمجھ میں آگئے کہ جو زبان کا سچا ہو اسے صدوق اللسان کہتے ہیں لیکن مخموم القلب کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے معنی بتا دیجیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں ارشاد فرمائی:

هُوَ التَّقَى التَّقَى لَا اِثْمَ فِيهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ.

(سنن ابن ماجہ: ۳۱۴)

ترجمہ

”مخموم القلب وہ آدمی کہلاتا ہے جو متقی و پرہیزگار ہو، اس کا دل

ایسا صاف شفاف ہو کہ اس میں نہ تو گناہ کا نام و نشان ہو نہ اس

میں زیادتی، سرکشی، حسد اور کینہ (جیسے قبیح عناصر) ہوں۔“

مطلب یہ کہ اس کا دل آئینہ کی طرح بالکل صاف شفاف ہو، کسی بھی قسم کی نا فرمانی، بد عملی اور گناہ کے دھبہ سے اس کا دل داغ دار نہ ہو۔

دل کو صاف رکھنے کی فضیلت

جس کے دل کی دنیا پاک ہو جاتی ہے اس کی ظاہر کی دنیا بھی پاک ہو جاتی ہے، اگر کسی کی ظاہر کی دنیا گناہوں میں مبتلا ہے اور گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل کی دنیا میں اندھیرا ہے، اس کا دل تاریک ہے۔ صاف دل آدمی کو کسی سے بغض نہیں ہوتا، کسی سے اس کو حسد نہیں ہوتا، کسی سے اس کو کوئی نفرت نہیں ہوتی اور کسی سے اس کو کینہ نہیں ہوتا۔ وہ ہر ایک کا ہمدرد اور بھی خواہ ہوتا ہے اور ہر ایک کی خیر چاہنے والا ہوتا ہے۔ اور ایک بات یہ ارشاد فرمائی کہ وہ زبان کا سچا ہوتا ہے۔ ”سارے لوگوں میں یہ دو قسم کے آدمی سب سے افضل اور سب سے بہتر ہیں“ کیونکہ جس کے اندر یہ اوصاف ہوں وہ عالی اخلاق کا مالک ہوگا۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ جو چیز میزانِ عمل میں بھاری ہوگی وہ اچھے اخلاق ہونگے۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ بھی اتنے بھاری نہیں ہونگے جتنا حسنِ اخلاق بھاری ہونگے اور زبان کا سچا ہونا اور دل کا صاف اور شفاف ہونا، کسی کی طرف سے کوئی کدورت دل میں نہ ہونا۔ یہ باتیں حسنِ اخلاق کی سردار اور بنیادی اہمیت کی

حامل ہیں۔

حسد سے بچنے کی تاکید

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ءَايَاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا
تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(رواہ ابو داؤد)

ترجمہ

”حسد سے بچو اس لیے کہ یہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا کر ختم

کرتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر ختم کر دیتی ہے۔“

(مشکوٰۃ: ۳۲۸)

اب اگر کسی کے دل میں خدا نخواستہ کسی کی نعمت دیکھ کر یا کسی کی عزت دیکھ کر یا کسی کا عہدہ دیکھ کر یا کسی کی ترقی دیکھ کر یا کسی کی قوت دیکھ کر یا کسی کی خوبصورتی کو دیکھ کر یا کسی کے زیور کو دیکھ کر یا کسی کے کپڑے کو دیکھ کر حسد ہو تو وہ کیا کرے! کیسے اس بیماری کا علاج کرے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تین باتوں پر وہ عمل کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس کو اس حسد کی بیماری سے نجات مل جائے گی۔

حسد سے بچنے کا طریقہ

سب سے پہلے وہ یہ سوچے کہ میرے حسد کرنے کا کیا فائدہ؟ میں بھی

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور یہ سب کچھ میرے مالک کا ہے، اس نے اپنی حکمت، اپنی مصلحت اور اپنی قدرت سے عزت، دولت، صحت اور خوبصورتی تقسیم کی ہے۔ تو یہ سب ان کی تقسیم ہے، میں ان کی تقسیم پر اعتراض کر کے کہاں جاؤں گا؟ کہ مجھے یہ نعمت کیوں نہیں ملی اور اس کو کیوں ملی؟ دنیا تو مجھے مل ہی نہیں رہی اگر میں حسد کروں گا تو میرا آخرت کا حصہ بھی چلا جائے گا لہذا میں ایسے احمقانہ کام کیوں کروں؟ پہلے اس کو سوچیں۔ پھر یہ سوچیں کہ اگر میں حسد کروں بھی تو میرے حسد کرنے سے اس کا کچھ نقصان نہیں ہوگا، میرے دل میں حسد ہے جس سے اس کو تو کچھ بھی فرق نہیں پڑے گا، میرا دو گنا نقصان ہو رہا ہے، ایک تو مجھے کچھ مل بھی نہیں رہا، دوسرے خود میرا دل جل رہا ہے، میرا دل دکھ رہا ہے، یہ میرا اپنا نقصان ہے۔ اس کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ شوگر ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ ہائی بلڈ پریشر ہو جائے، ہو سکتا ہے کوئی اور خطرناک بیماری ہو جائے تو تنکنا نقصان ہو گیا۔ بھی ایک تو تکلیف ہو جانا خود ایک نقصان ہے، ملا ملایا کچھ نہیں اور بیٹھے بٹھائے تکلیف ہو رہی ہے، اس تکلیف کے نتیجے میں بڑی تکلیف ہوگئی تو اسپتال بھی پہنچ گئے۔ جو تھوڑے بہت پیسے تھے وہ بھی خرچ ہو گئے تو یہ سوچو کہ آخر اس کا فائدہ کیا

ہے؟ یہ تو حرام اور ناجائز ہے اور اس کا یہ عذاب اور وبال ہے کہ جو کچھ نیکیاں ہیں ان کا بھی صفایا ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو جھنجھوڑیں کہ کم بخت تو ایسا نہ کر، مال تو تجھے مل ہی نہیں رہا، حسد کرنے سے عزت ملنے سے رہی جب تو اس سے حسد کرے گا تو تیری آخرت کا بھی نقصان ہو جائے گا۔ لہذا تین باتوں کے سوچنے سے حسد کا قلع قمع ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

حسد سے بچنے کا دوسرا طریقہ

لیکن اگر بالفرض کسی کا حسد بہت ہی ٹنگڑا ہو، تو ایک چوتھی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ جس سے حسد ہو رہا ہے اس کے لیے خوب دعا کرنا شروع کر دیں کہ یا اللہ! اس کو اور عطا فرما۔ اگر مال سے حسد ہو رہا ہے یا اللہ! اس کے مال میں دن دو گنی رات چو گنی ترقی عطا فرما۔ عزت سے ہو رہا ہے، تو اے اللہ! اس کی عزت میں اور اضافہ فرما۔ بس اس طرح دعا کرنے سے گو دل پہ آ رہ چل جائے گا، دل تو چاہ رہا ہے وہ ذلیل ہو اور زبان سے کہہ رہا ہے یا اللہ! اس کی سو فیصد عزت میں اضافہ فرما، اس کو عہدہ اور ترقی عطا فرما۔ یا اللہ! اس کے منصب، عزت، مال و دولت میں اور اضافہ فرما۔

دعا کرنے کا عمل ایسا ہے کہ ادھر اس کے لیے دعا شروع ہوگی، ادھر انشاء اللہ تعالیٰ حسد کی جڑ کٹنی شروع ہو جائے گی، کیونکہ علاج کبھی ضد کے

ساتھ بھی ہوتا ہے۔ گرمی لگ رہی ہے تو ٹھنڈی چیزیں کھلا دو اور سردی لگ رہی ہے تو گرم چیزیں کھلا دو۔ یہاں بھی وہی علاج ہو رہا ہے کہ دل تو چاہ رہا ہے کہ وہ خاک میں مل جائے، کچھ بھی اس کے پاس نہ رہے، سب میرے پاس آجائے۔ اب کہہ رہا ہے یا اللہ! مزید درمزید اس کو عطا فرما دے اور اس پر فضل فرما دے، اس کو اور زیادہ عطا فرما دے۔ اس طرح دعا کرنے سے دل میں جو غلط جذبہ پیدا ہو رہا ہے وہ مٹ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ایک سبق آموز واقعہ

مؤمن کے دل کے اندر کسی سے نہ بغض ہونا چاہیے، نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہونا چاہیے۔ اس پر ایک عجیب واقعہ یاد آیا جو احادیث طیبہ میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بشارت دی کہ:

”ابھی ایک شخص آئے گا، تم اگر جنتی آدمی کو دیکھنا چاہو تو اسے

دیکھ لینا۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سب لوگ متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں دیکھا کہ ایک انصاری صحابی جو زراعت پیشہ تھے، ان کے

باغات وغیرہ تھے وہ وہاں کام کرتے تھے، وہ آئے اور ان کے تازہ تازہ وضو کی وجہ سے داڑھی میں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، وہ الٹے ہاتھ میں چپل لیے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور پھر سلام کر کے چلے گئے۔

دوسرے دن پھر مجلس ہوئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اگر کسی کو جنتی شخص دیکھنا ہو تو وہ ابھی آنے والے شخص کو دیکھ لے وہ جنتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا کہ آج کے دن کون صحابی تشریف لائیں گے؟ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ جو صحابی کل آئے تھے وہی تشریف لا رہے ہیں اور اسی طرح آرہے ہیں جس طرح کل آئے تھے اور پھر اسی طرح واپس چلے گئے۔ تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ جس کسی کو جنتی شخص دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے جو ابھی آئے گا۔ دیکھا تو وہی پہلے دن والے صحابی تشریف لا رہے ہیں، اسی طرح جیسے پہلے اور دوسرے دن آئے تھے۔

دواہم سنتیں

یہاں ان صحابی کے عمل سے دواہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ جوتا

بائیں ہاتھ میں لینا چاہیے، دائیں ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔ یہی سنت طریقہ ہے کہ دایاں ہاتھ اچھے اچھے کاموں کے لیے ہے جبکہ بایاں ہاتھ بُرے اور اونی کاموں کے لیے ہے جیسے استنجا کرنا، ناپاکی کو دھونا، جوتا لینا اور گندگی میں ہاتھ ڈالنا وغیرہ۔ اسی لیے وہ انصاری صحابی اس سنت پر عمل پیرا تھے۔

دوسرے وضو کرنے کے بعد پونچھنا اور نہ پونچھنا دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو دونوں سنتوں پر عمل کر سکتے ہیں۔ سردیوں میں پونچھ لیا کریں اور گرمیوں میں نہ پونچھا کریں۔ تو وہ صحابی اسی سنت پر عمل پیرا تھے کہ وضو کرنے کے بعد انہوں نے اپنا چہرہ صاف نہیں کیا اس لیے داڑھی سے ہلکے ہلکے پانی کے قطرے گر رہے تھے جیسے تازہ تازہ وضو میں گرتے ہیں۔ اس طرح سے وہ آئے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جستجو

حاضرین میں سے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عبادت گزار مشہور تھے وہ ان انصاری صحابی کے پیچھے چل دیے اور راستے میں ان سے کہا کہ میرے والد صاحب سے میری کچھ کھٹ پٹ ہو گئی ہے اور میں نے تین دن گھر نہ جانے کی قسم کھالی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے ہاں تین دن

گزارلوں، جب قسم پوری ہو جائے گی تو میں گھر چلا جاؤں گا۔ انہیں نے کہا کہ ہاں کوئی بات نہیں آجاؤ۔ حضرت عبداللہ تین دن تک ان کے گھر میں رہے اور ان کی ہر نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے اور دیکھتے رہے کہ ان کا دن کس طرح گزرتا ہے؟ اور رات کیسے گزرتی ہے؟ تین دن کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ظاہری طور پر ان کا کوئی عمل نظر نہیں آ رہا جس کی بنیاد پر تین دن تک انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت حاصل کی ہے۔ صبح سے شام تک وہ اپنی زمین میں کام کرتے رہتے جبکہ نماز کے وقت سب کام چھوڑ کر اطمینان و سکون سے نماز پڑھتے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتے۔ سارا دن کوئی گناہ کی بات نہیں کرتے تھے۔ اول تو بولتے ہی نہیں تھے اور بولتے تھے تو بھلائی کی بات بولتے تھے۔

دوسنہری عمل

ہمارے لیے اس واقعہ میں بہت بڑا سبق ہے کہ ہم اپنی زبان کو جو بے خوف و خطر اور بے لگام استعمال کرنے کے عادی ہیں، جس کے نتیجے میں بڑے بڑے گناہ ہماری زبان سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ درست نہیں، یہ نبی اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا طریقہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یا تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ وہ

صحابی اسی پر عمل پیرا تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تین دن تک ان کے ساتھ رہا وہ بولتے نہیں تھے، جب بولتے تھے تو کوئی نہ کوئی اچھی بات بولتے تھے، بس ہر مومن کو یہی کرنا چاہیے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ بس زبان پر تالا لگا دو، جب بولو تو سبحان اللہ کہو اور الحمد للہ کہو۔ میری گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ گناہ کی باتیں اور بے کار باتیں زبان سے مت کرو۔ فضول باتیں، فضول بحثیں اور لایعنی گفتگو ہمارے معاشرے میں عام ہیں، اس سے بچیں۔ ہاں جائز اور مباح باتیں کرنے میں مضائقہ نہیں۔

بہر حال ایک عمل ان کا یہ دیکھا کہ وہ نماز کے وقت نماز پڑھتے تھے اور وہ خاموش رہتے تھے اور بولتے تھے تو کام کی بات کرتے تھے۔ ان کا دن اس طرح گزرتا تھا پھر رات کو وہ گھر آتے اور عشاء کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر فوراً بستر پر چلے جاتے اور پھر ساری رات صبح صادق تک سوتے ہی رہتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ان تین دن میں ان کو تہجد کے لیے بھی اٹھتا ہوا نہیں دیکھا۔ جبکہ صحابہ کرام کے زمانے میں تہجد نہ پڑھنا عجیب سمجھا جاتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ صحابی ہو اور تہجد نہ پڑھے! صحابہ کرام پر بھی گو تہجد فرض نہیں تھی لیکن وہ تہجد گزار تھے۔ لیکن ان صحابی کو تین دن تک انہوں نے

دیکھا کہ ساری رات سوتے رہے البتہ کبھی رات کو آنکھ کھلی تو لیٹے لیٹے اللہ اللہ کر لی، اللہ اکبر، سبحان اللہ والحمد للہ کہہ لیا اور پھر نیند آ گئی پھر سو گئے جیسے ہی فجر کی اذان ہوئی فوراً کھڑے ہو گئے۔

حقیقتِ حال کی وضاحت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین دن کے بعد ان انصاری صحابی کو اصل بات بتلائی کہ تین دن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے الگ الگ تین مجلسوں میں تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے۔ ایسی بشارت میں نے کسی اور صحابی کے لیے نہیں سنی۔ تو میں آپ پر رشک کرنے لگا کہ یہ صحابی کیسے ہیں؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں تین دن تک الگ الگ مجلسوں میں جنتی ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں اور نہ صرف یہ فرما رہے ہیں کہ جنتی ہے بلکہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ کسی کو دیکھنا ہو تو دیکھ لو! کہ جنتی ایسا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر! تو میرے دل میں یہ آیا کہ میں بھی آپ کے ان اعمال کا جائزہ لوں کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میں بھی وہ عمل کر لوں۔ بس اس لیے میں آپ کے گھر آیا تھا تو تین دن کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ بظاہر آپ کا کوئی خاص اور بڑا عمل نہیں ہے اور بشارت اتنی بڑی ہے کہ اللہ ہی بہتر

جانے کہ آپ کو اتنی بڑی بشارت کس وجہ سے ملی ہے؟

جنت کی بشارت ملنے کی وجہ

انصاری صحابی نے جواب میں کہا کہ اے عبد اللہ! حقیقت یہ ہے کہ جتنا تم نے مجھے دیکھا ہے میں اتنا ہی عمل کرتا ہوں، میں اس سے زیادہ عمل نہیں کرتا۔ اور انہوں نے سلام کیا اور چل دیے، تھوڑی دور جانے کے بعد ان انصاری صحابی نے دوبارہ آواز دی یا عبد اللہ! آؤ مجھے ایک بات اور یاد آگئی اور وہ یہ ہے کہ میرا عمل تو اتنا ہی ہے جتنا تم نے مجھے کرتے دیکھا ہے لیکن میرے دل میں دو باتیں ہیں ایک تو میرے دل میں کسی مسلمان سے کوئی حسد نہیں ہے۔ میں دل سے ہر مسلمان کا خیر خواہ اور یہی خواہ ہوں، میں ہر مؤمن کی ہمدردی اپنے دل میں رکھتا ہوں، دوسرے کسی مسلمان سے میرے دل میں کینہ نہیں ہے، میرا دل کینے سے صاف اور پاک ہے۔ بس یہ بات مجھے یاد آگئی جو میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! یہی تو وہ چیز ہے جس نے آپ کو یہ اعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ عمل ہے جس نے آپ کو یہ بشارت سنوائی ہے۔

جائزہ لینے کی ضرورت

یہی وہ عمل ہے جس سے اچھے اچھے لوگ خالی ہیں، بہت کم لوگ ایسے

ہوتے ہیں جن کے دل اس بلا سے پاک ہوتے ہیں۔ عابدوں میں بھی، زاہدوں میں بھی، تاجروں میں بھی، زراعت پیشہ لوگوں میں بھی، عورتوں میں بھی، مردوں میں بھی بغض اور حسد کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ اللہ بچائے۔

جنتی بننے کا طریقہ

دیکھئے! ان صحابی میں ظاہری عمل تو اتنا نہ تھا لیکن ان کے دل کے اندر کسی سے بغض، کینہ اور حسد نہ تھا تو اس کے نتیجہ میں اللہ پاک نے ان کو کتنی بڑی بشارت عطا فرمائی۔ یاد رکھو! یہ بشارت ہمیں بھی مل سکتی ہے اگر ہم بھی اس پر عمل کریں اور اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ اپنے دل میں جھانکیں۔ اگر خدا نخواستہ بغض و کینہ یا حسد کی بیماری کا گناہ موجود ہو تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔ لہذا دعا کریں کہ اے اللہ! ہمارے قلب کو صاف فرما کہ کسی سے ہمارے دل میں بغض و کینہ یا حسد نہ ہو۔ اس طرح اپنے دل کو صاف رکھیں اور ہر مسلمان کی دل سے خیر خواہی چاہیں، اور اللہ تعالیٰ سے بھی دعا کریں کہ اے اللہ! ہمیں بھی اور اس کو بھی عافیت عطا فرما۔ آمین!